بے لاگ فیصلہ

تحریر: محمود مرزا جہلمی چیف ایڈیٹر ''ہفت روزہ صدائے مسلم''، جہلم

مدت ہائے مدید سے علمائے اسلام کے دو گروہ، عقائد و اعمال کے دو متضاد نمونے پیش کرتے آرہے ہیں۔ یہ نمونے باہم اتنے متناقض اور متصادم ہیں اور ان کے اثبات و ابطال کیلئے علماء ایسے زبردست دلائل لاتے ہیں اور اپنے زورِ بیان و جوہرِ خطابت سے اپنے سامعین کو اپنا مسحور و معمول بنالیتے ہیں کہ وہ پوری زندگی ایک ذہنی خلجان و اضطراب میں مبتلا رہتے اور تاحینِ حیات ان کی تصدیق یا تردید کی غیر مختتم کشمکش میں گرفتار رہتے ہیں۔ عام مسلمان اس بات پر حیران رہ جاتا ہے کہ ایک اللہ، ایک نبی، ایک کعبہ، ایک قرآن کے ماننے والوں کے درمیان اتنے زبردست اختلافات کے ہوتے ہوئے انہیں ایک امت کیسے کہا جاسکتا ہے؟ علماء کا ایک گروہ انہیں عینِ ثواب اور عین سنت کہتا ہے جبکہ دوسرا گروہ انہیں عین خطا اور عین بدعت کہتا ہے۔ ایک گروہ کی توحید دوسرے کے نزدیک شرک ہے اور پھر اس وقت تو عام بندے کی مت ہی ماری جاتی ہے جب دلائل کا انحصار دونوں طرف قرآن مجید اور حدیث نبوی پر ہوتا ہے۔

میں نے ایک عام مسلمان کا ذکر کیا ہے۔ اہل علم کے اندر تو دونوں طرف کے دلائل کو پرکھنے کی صلاحیت ہوتی ہے جبکہ عام مسلمانوں کی اکثریت اس صلاحیت کی حامل نہیں ہوتی اور وہ اپنے عقائد و اعمال کے باب میں علمائے کرام کی تعلیمات پر انحصار کرتے ہیں۔ جبکہ عنداللہ کسی کا یہ عذر قابل قبول نہیں ہوگا کہ اپنی لاعلمی یا کم فہمی کی وجہ سے وہ علماء کی باتوں پر تنقید و تنظیر کا ملکہ نہیں رکھتا تھا۔ اگر حسنِ اتفاق سے علماء نے اس کی درست رہنمائی کی ہوگی تو اس کا بیڑہ پار ہوجائے گا لیکن...... اگر سوءِ اتفاق سے وہ ایسے علماء کے ہتھے چڑھ گیا جو اس کی غلط رہنمائی کرتے رہے تھے اور وہ گمراہی کو ہدایت سمجھتا رہا اور اس پر عمل کرتا رہا تھا تو اس کے کئے کرائے پر پانی پھر سکتا ہے۔

میں نے ایسے نیک دل اور سادہ مسلمان کے واسطے ایک آسان طریقہ تجویز کیا ہے۔ اگر وہ خود ہی تعصب میں اتنے پختہ نہیں ہو چکے کہ دوسری طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تو الگ بات ہے اور اگر واقعی تلاشِ حق کی خواہش اور اسے پالینے کی طلب اور تڑپ ان میں موجود ہے تو وہ یہ دیکھیں کہ جن علما کی وہ پیروی کرتے ہیں اور جن کے احکام کو وہ مانتے ہیں کیا ان کی ذاتی اغراض اور مادی مفادات ان عقائد و اعمال سے تو وابستہ نہیں ہیں۔ مثلاً ختم درود، تیجا، ساتا، چالیسواں، گیارہویں، کونڈے، عرائس، بیعت، پیری مریدی، میلاد، مولود، محرم، ختم خواجگان، قوالی وغیرہ سے ان کے مفادات کی تکمیل ہوتی ہے یا نہیں؟ پیری مریدی، بیعت وغیرہ کے پرچارک اور قبور پر چڑھاوے وغیرہ کے اپدیشک اور انہیں عینِ اسلام ثابت کرنے والے لوگ نسل در نسل بندگانِ اللہ سے اپنے آباؤ اجداد کی قبروں پر چڑھاوے،

نذرانے اور بکرے وصول کررہے ہیں اور وسیع وعریض دنیوی جائیدادوں، جاگیروں اور محلات کے مالک ہیں، اور اب تو یہ لوگ، انہی مریدوں کے ووٹوں سے ایم۔این۔اے، ایم۔پی۔اے، ناظمین، وزیر اور مشیر بن جاتے ہیں۔ اسی لئے اب انہوں نے اپنے نام پر طریقت کے ساتھ رہبر شریعت کا اضافہ کرلیا ہے اور مسندِ شریعت پر بیٹھ کر دن رات طریقت وتصوف کی تبلیغ میں مصروفِ عمل ہیں۔ چونکہ ان کا ذاتی مفاد اس تبلیغ سے وابستہ ہے اس لئے، ان کا موقف بے لاگ و بے لوث نہیں ہے۔ وہ یہ سب کچھ ذاتی منفعت اور مادی غرض سے کررہے ہیں اور جن لوگوں کو اپنے حلقۂ ارادت میں لاتے ہیں، ان کے اموال، جائیدادوں اور مواشی میں اپنا مستقل حصہ مقرر کرتے ہیں۔ وہ کیوں نہ اس سارے سلسلہ کے جواز پر دلائل لائیں گے اور اسے کیوں نہ ہر ہر طریقے پر عین ثواب، عین سنت اور آخر کار ذریعہ نجات ثابت کریں گے۔ اسی ایک مثال پر دیگر مذکورہ بالا اعمال ورسومات کو قیاس کرلیں۔ ختم، قل، ساتا، دسواں، چالیسواں وغیرہ کے مبلغین ان تقریبات سے فیض یاب ومستفید ہوتے ہیں۔ ایک ایک مرگ پر کئی کئی دن تک ان کو کھانے، پارچات ونقد رقومات ملتی ہیں۔ یہ ایک مستقل طبقہ ہے جو مرحوم مسلمانوں کے ایصالِ ثواب کے نام پر زندہ ہے۔ سوائے ختم کھانے کے ان کا اور کوئی ذریعۂ معاش نہیں ہے۔ محرم اسلامی سال کا ماہِ اول ہے۔ اس میں کربلا کے ختم اور دیگیں پکتی اور کھائی جاتی ہیں۔ یہ سلسلہ شیعہ کے چہلم تک چلتا ہے۔ یہ ختم ہوا تو میلاد النبیؐ کی آمد آمد ہوتی ہے۔ کوئی مہینہ بھر اس کی تقریبات جاری رہتی ہیں۔ ختم، دیگیں اور ہزار ہا قسم کے مأکولات ومشروبات ان علماء کے گھروں اور شکموں میں پہنچتے ہیں۔ گیارہویں کے نام پر لاکھوں لوگ پل رہے ہیں۔ مساجد میں چندہ مسجد اور چندہ گیارہویں کی الگ الگ صندوقچیاں رکھتے ہیں۔ گلیوں، محلوں اور بس اسٹینڈز پر ہزارہا گداگر مستقل طور پر گیارہویں کی نذر اور دمڑیاں مانگتے پھرتے ہیں اور علماء مساجد میں گیارہویں اور ختم خواجگان کے فضائل بیان کرتے نہیں تھکتے کیونکہ ان سب تقاریب میں ان کے رزق کے دروازے کھلتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں علماء کا ایک دوسرا گروہ ہے جو مستقل طور پر ان اعمال، تقاریب اور رسومات کے عدم جواز کو ثابت کرنے میں کوشاں رہتا ہے۔ ہمارے قارئین اس مقام پر بے لاگ اور بے لوث کا تعین کرسکتے ہیں۔ یہ دوسرا گروہ فرشتوں کا نہیں ہے۔ گروہِ اول کی طرح، اس کو بھی تن وتوش کا سامان کرنا ضرور ہے۔ ان کے بھی پیٹ لگا ہے۔ ان کی بھی مادی ضروریات ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک قاعدہ جاریہ کے زبردست رواج کے الٹ، وہ کیوں چلتے ہیں؟ اور گروہِ اول میں شامل ہوکر خود بھی ان ذرائع سے وابستہ مفادات سے کیوں متمتع نہیں ہوتے؟ ڈھیروں فوائد سے وہ کیوں منہ موڑتے ہیں؟ وہ بھی اس بہتی گنگا میں ہاتھ کیوں نہیں دھوتے؟ کیا ان کیلئے مشکل ہے کہ قبروں پر مجاور بن کر بیٹھ جائیں اور جاریہ طریقہ کار کے مطابق اموالِ دنیا سمیٹ لیں اور اس غنیمت سے فیض یاب ہوں اور گروہِ اول کی طرح ہی طریقت اور شریعت پر اپنی اجارہ داری قائم کرکے لاکھوں انسانوں کے دلوں میں اپنی عقیدت کے مراکز قائم کریں اور پھر نسل درنسل ان کے اموال میں سے جو بہترین اشیا ہیں، اپنی نذر ونیاز کیلئے مخصوص کرالیں؟ ہمارے قارئین اور عام مسلمان آسانی سے فیصلہ کرسکتے ہیں کہ گروہِ

اول کے لوگ ان تمام اعمال کا پرچار اس لئے کرتے ہیں کہ ان میں ان کا لوث شامل ہے اور ظاہر ہے کہ ان کی یہ ساری تبلیغ اپنی دنیوی منفعت کیلئے ہے اور یہ سارا عمل تصوف کے گرد گھومتا ہے جس میں مرکزیت ''عشقِ نبیؐ'' کو دی جاتی ہے۔ نیک دل مسلمانوں کو اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو عقیدت و محبت ہے، اسے عشق کا نام دے کر، اس نہایت درجہ پاکیزہ اور روحانی جذبہ کو جلبِ زر کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے اور اسی جذبۂ پاکیزہ کے نام پر قوالی کا ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ قوال حضرات کروڑوں روپے ''عشقِ نبیؐ'' کے نام پر کماتے اور دنیا کا ہر عیش کرتے ہیں۔ اسی طرح نعت گوئی جو ایک مسنون عمل تھا، اسے بھی اپنی اغراض کی تکمیل کا ذریعہ بنالیا گیا ہے۔ رہا ''عشقِ نبیؐ'' تو یہ بھی، ان کی اپنی ہی ایجاد ہے۔ قرآن شریف ''عشقِ نبیؐ'' کی ترکیب سے خالی ہے اور صرف حب نبیؐ کا داعی ہے اور بتاتا ہے کہ جو دل حب نبیؐ سے خالی ہے، وہ ایمان سے بھی خالی ہے۔ لیکن ان اہلِ غرض نے، حب نبیؐ کے نہایت اعلیٰ، ارفع، روحانی، نورانی، پاکیزہ اور طاہر ومطہر وصف کو عشق ٹھہرا کر لیلیٰ مجنوں کی داستان بنا کر رکھ دیا۔ نعت کہنا، نعت سننا اور نعت سنانا اب رسول اللہ ﷺ سے عقیدت کیلئے نہیں رہا بلکہ لاٹری بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ ہر نعت گو، محفلِ نعت میں ہزار ہا روپے کماتا ہے۔ کیا عجیب کیفیت ہے کہ نعتِ رسول مقبول ﷺ کہہ کر سامعین کے جذباتِ عشق نبی کو مہمیز لگائی جاتی ہے اور خود اپنی جھولیاں دولتِ دنیا سے بھرلی جاتی ہیں۔

دوسرا گروہ علماء جو ان تمام اعمال کی مخالفت کرتا ہے اور انہیں خلافِ سنت ثابت کرتا ہے، وہ چونکہ مفادات سے منہ موڑتا ہے اور ان محاصل سے دستبردار ہوتا ہے، جو ان اعمال وعقائد سے رواجی طور پر مربوط ہیں، اس لئے اس دوسرے گروہ کا موقف بے لوث ہے، اور اگر گروہ مخالفت چھوڑ کر خود بھی گروہِ اول میں شامل ہوجائیں اور انہی کی طرح بے شمار مفاداتِ دنیا سے بہرہ ور ہوجائیں تو ان کے ایسا کرنے میں کوئی امر مانع نہ ہے لیکن ان کا ایسا نہ کرنا، ثابت کرتا ہے کہ ان کا موقف بے لوث اور بے لاگ ہے۔ ان کے نزدیک ان اعمال، عقائد اور رسومات کی مشروعیت محل نظر ہے، اسی لئے وہ اسے بدعت کہتے ہیں، اور لوگوں کو ان سے علیحدہ رہنے کی تلقین وتبلیغ کرتے ہیں۔ ہوا کے رخ پر چلنا آسان اور مخالف رخ پر چلنا مشکل ہوتا ہے۔ دوسرے گروہ نے مشکل راہ اپنائی ہے۔ مفادات سے دستبردار ہوتے ہیں۔ سادہ اور نیک دل مسلمان آسانی سے فیصلہ کرسکتے ہیں کہ ان کا موقف بے غرضی پر قائم ہے اس لئے حق ان کی طرف ہے اور گروہِ اول کا موقف اس لئے غلط ہے کہ وہ اس موقف کے ذریعے اپنی جیبیں بھرتے ہیں اور جو لوگ دین میں، دنیا کی خاطر تحریف کر لیتے ہوں، انہی کیلئے قرآن میں آیا ہے: ﴿ولا تشتروا بایٰاتی ثمناً قلیلاً﴾ یہ گروہ اتنا نڈر ہے کہ اپنے تھوڑے سے دنیوی فائدے کی خاطر قرآن شریف اور حدیث پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں معنوی تحریف کرلیتا ہے۔ میرے خیال میں اب قارئین کرام سمجھ لیں گے کہ گروہِ اول کے علماء اپنے بدعی موقف پر قرآن وحدیث سے دلائل کیسے لاتے ہیں۔ یوں دوسرے گروہ کے دلائل مبنی برحق ہیں۔